© rasailojaraid.com

کروں گا کیا جو ''تجارت'' میں ہو گیا ناکام

آفتاب اقبال

آصف زرداری اور نواز شریف کے باہمی اشتراک کا پرویز مشرف کو تو جو تھوڑا بہت نقصان ہوا سو ہوا، مگر اس نے بے چارے لوٹوں کا تو بیڑہ ہی غرق کر کے رکھ دیا ہے۔ اس مرتبہ سارے فارورڈ بلاک اور ہم خیال گروپ وغیرہ اپنی طرف سے خوب بن سنور کر حسبِ روایت ایوانِ اقتدار کے صدر دروازے تک تو جا پہنچے مگر نہ تو زرداری نے اندر آنے کو کہا اور نہ ہی نواز شریف نے۔ ہمارے خیال میں یہ سراسر زیادتی اور استحصال ہے کیوں کہ لوٹے عام طور پر پیدائشی لوٹے ہوتے ہیں۔ دھرم اور دھڑا فروخت کرنے کی عادت ان مسکینوں کے خون میں رچی بسی ہوتی ہے۔ یہ اس کے علاوہ نہ تو کوئی اور کام جانتے ہیں اور نہ ہی کر سکتے ہیں۔ یہ احباب عام طور پر انتخاب لڑتے ہی ''تجارت'' کی غرض سے ہیں۔ اپنا ووٹ بیچ کر زیادہ سے زیادہ معاوضہ حاصل کرنا ان بے چاروں کی مجبوری ہے۔

خیر، اس مرتبہ چونکہ نمبر گیم میں پڑنے کی ضرورت کسی فریق کو نہیں پڑی، چنانچہ سابق حکمران جماعت کے تمام پیشہ ور ''فارورڈ بلاکئے'' صبح شام اپنا قیمتی ووٹ ہاتھ میں تھامے نہایت متفکر لہجے میں یہی گنگناتے پائے جاتے ہیں کہ کروں گا کیا جو ''تجارت'' میں ہو گیا ناکام، مجھے تو اور کوئی کام بھی نہیں آتا۔

پنجاب کی صورت حال کچھ یوں ہے کہ دو عدد آزاد صوبائی ارکان نے الیکشن جیتتے ہی حالات کا جائزہ لیا اور پھر یہ دیکھتے ہوئے کہ پیپلز پارٹی نے پنجاب میں نواز لیگ کے مینڈیٹ کا احترام کرتے ہوئے اسے فری ہینڈ دے دیا ہے۔ میاں نواز شریف سے ملاقات کا وقت مانگا۔ دو دن بعد کا وقت دے دیا گیا۔ احتیاطاً دونوں آزاد ارکان نے للچائے ہوئے لہجے میں وزارت وغیرہ کا سرسری تذکرہ بھی کر دیا۔ ٹھیک ایک گھنٹے بعد انھیں مطلع کیا گیا کہ مصروفیت کے باعث میاں صاحب ملاقات سے قاصر ہیں۔ تاہم آپ احباب ذوالفقار کھوسہ کو شرف ملاقات بخشیں تو بہتر ہوگا۔ یہ دونوں دوست پہلے تو سخت سٹپٹائے اور پورا ہفتہ اپنے ہی من میں ڈوب کر سراغِ زندگی پانے کی ناکام کوشش کرتے رہے مگر پھر چار و ناچار اٹھے اور غیر مشروط سی شکل کر بنا کر بالآخر نواز لیگ میں شامل ہو گئے۔ روایت ہے کہ انھیں آئندہ بھی کچھ ملتا نظر نہیں آتا۔

یہی حال پنجاب کے ق لیگی فارورڈ بلاک کا ہوا۔ یہ بے چارے معصوم بھی یہ جان کر کہ اب ہماری جماعت تو اقتدار میں آتی کم ہی دکھائی دیتی ہے، کیوں نہ اس بے چاری شکست خوردہ کو عین بیچ منجدھار کے چھوڑ کر آگے بڑھا جائے اور نئی منزلوں کا پتہ معلوم کیا جائے۔ لیکن ہوئی ان کم نصیبوں کے ساتھ بھی نہایت ستھری ہے۔ جب نواز لیگ نے انھیں گھاس تو کیا خیرات بھی نہیں ڈالی تو بے چارے اپنی نہایت مخولیہ سی شرائط اکابرینِ ق لیگ تک پہنچانے لگے کہ اگر فلاں فلاں فیصلوں کے بارے میں نظر ثانی ہو جائے تو ہم اپنے مؤقف میں نرمی پیدا کر سکتے ہیں۔ یا یہ کہ اگر اعلیٰ قیادت میں تبدیلی رونما ہو تو ہم واپس آ سکتے ہیں، وغیرہ وغیرہ۔ آپ کو یہ جان کر خوشگوار حیرت ہوگی کہ ان بے چاروں کو ان کی اپنی جماعت نے بھی کسی قابل نہیں سمجھا۔ چنانچہ ''پھرتے ہیں میر خوار کوئی پوچھتا نہیں'' کے مصداق یہ سارے ''فارورڈ بلاکئے'' آج کل صرف اس نقطے پر ہی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

غوروخوض کرتے چلے جارہے ہیں کہ بھلا یہ کیسی بیکار قسم کی جمہوریت ہے کہ جس میں لوٹوں کی گنجائش ہی نہ ہو۔ پچھلے زمانے بھی کیا ہی اچھے ہوا کرتے تھے کہ جب ہم لوگ ایک ”سمجھدار“ پولیس افسر کی طرح دونوں جانب یعنی ملزم اور مدعی سے حسبِ توفیق پیسے پکڑ لیا کرتے تھے مگر اب تو لگتا ہے کہ یہ سب کچھ قصۂ پارینہ ہی ہو کر رہ گیا ہے۔

ان تمام مایوس دوستوں کو ہمارا مخلصانہ مشورہ ہے کہ چند روز مزید دیکھ لیں، اگر تو دونوں بڑی جماعتیں آپس میں لڑنے جھگڑنے پر آمادہ ہو جاتی ہیں تو پھر سمجھیں کہ آپ کی چاندی ہے اور اگر یہ یونہی مفاہمت جاری رکھیں تو پھر پہلی فرصت میں ہی سیاست سے کنارہ کشی کر کے پولیس میں اے ایس آئی وغیرہ بھرتی ہونے کی کوشش کریں۔ کیوں کہ آپ کا ذوقِ سلیم اور وسیع تجربہ صرف اور صرف اسی پیشے میں آپ کے کام آ سکتا ہے اور کسی میں نہیں۔

اس ساری گفتگو سے یاد آیا کہ کشمالہ طارق نے بھی یہ سلسلہ بارِ دیگر شروع کر رکھا ہے۔ ریاض فتیانہ کے ساتھ آج کل آپ کی خاصی گاڑھی چھنتی ہے۔ ریاض فتیانہ کے ساتھ ہمارا پہلا تعارف اس وقت ہوا جب موصوف پنجاب میں نواز شریف کو چھوڑ کر منظور وٹو کی چھتری پر جا بیٹھے تھے۔ وٹو صاحب نے آپ کو ضرورت سے کہیں زیادہ عزت و احترام دیتے ہوئے اپنا وزیر تعلیم مقرر کیا، پھر جب حالات نے پلٹا کھایا اور منظور وٹو کے اقتدار کا سورج ستمبر ۱۹۹۵ء میں غروب ہوا تو انھیں بے یار و مددگار چھوڑ کر پھُر سے اُڑ جانے اور حامد ناصر چٹھہ کے آستانے پر ماتھا ٹیکنے والی پہلی کھیپ میں جناب فتیانہ صاحب بھی شامل تھے۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے وٹو صاحب کے تمام ساتھی بجز سرائے عالمگیر والے چودھری فاروق مرحوم و مغفور کے، کوئی بھی ایسا نہ تھا جو وفاداری کا ”مرتکب“ ہوتا۔ چودھری فاروق آج ہم میں نہیں ہیں مگر تاریخ میں ہمیشہ زندہ رہیں گے کہ بقول بھٹو صاحب، انسان دنیا میں مر جائے مگر تاریخ میں کبھی نہ مرے، کہ یہ موت بڑی تکلیف دہ ہے۔

کشمالہ طارق ایک خوشگوار خاتون ہیں اور پانچ برس کی مشقِ سخن نے انھیں کافی کچھ سکھا بھی دیا ہے۔ مگر ایک بات محترمہ کو شاید آج تک کسی نے نہیں سمجھائی کہ خبروں میں آنا بہت آسان اور انتہائی بے معنی کام ہے۔ مگر اچھی خبروں میں آنا بہت مشکل اور بامعنی فعل ہے۔ اگر آپ ہمارے اسی مفت مشورے پر ہی عمل کر لیں تو یقین کیجیے یہ اکیلا چار وزارتوں پر بھاری ہے۔ ہم خیال گروپ کے پلے نہ تو کل کچھ تھا اور نہ ہی آج ہے۔ اس لیے ہم خیالی کے چکر میں پڑنے کے بجائے کوئی مثبت سا سیاسی کردار ادا کریں۔

جن دو عدد سیاسی اکابرین کے خلاف کشمالہ نے پوزیشن لے رکھی ہے، وہ بھی کچھ ایسے ”اولیائے کرام“ نہیں ہیں کہ جن کے خلاف بات نہیں کی جا سکتی۔ مثلاً فیصل صالح حیات کے اکھڑ اور متکبر ہونے میں کسی کو رتی بھر شک و شبہ نہیں ہونا چاہیے۔ آپ کا لہجہ درشت ضرور ہے مگر آپ کو دو چار رعایتی نمبر پیری مریدی کے بھی تو ملنے چاہئیں۔ کشمالہ کو خیال رکھنا چاہیے کہ پیر سائیں خواتین کو زیادہ سے زیادہ اتنا ہی احترام دیا کرتے ہیں۔

اور جہاں تک تعلق ہے مشاہد حسین سید کا۔ یہ تو حالات کے جبر سے سیاست دان بن گئے ورنہ اصلاً صرف اور صرف ایک اچھے اخباری ایڈیٹر ہیں۔ سیاسی میدان میں ان کے اہم ترین سنگِ میل وہ مذاکرات ہیں جو آپ نے چودھری شجاعت کے ہم رکاب نواب اکبر بگٹی اور شہدائے لال مسجد کے ساتھ کیے۔ چنانچہ اس سے پہلے کہ موصوف آپ کے ساتھ بھی ”مذاکرات“ شروع کر کے آپ سے مستقل بنیادوں پر گلو خلاصی کروالیں، ابھی بھی وقت ہے، راہِ راست پر آ جائیں اور بغاوت کا خیال ترک کر دیں۔ یقین کیجیے ہم نے یہی مشورہ نواب اکبر بگٹی مرحوم کو بھی دیا تھا مگر انھیں شاید سمجھ نہیں آئی۔

© rasailojaraid.com